33

ہماری جماعت ایک مذہبی جماعت ہے ہمارے تمام کاموں کی بنیاد مذہب اور روحانیت پر ہے

(فرمودہ 10 اکتوبر 1952ء بمقام ربوہ)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

''ڈیڑھ ماہ سے مجھے حرارت ہے اور اس حرارت کی حالت میں ہی مَیں جمعہ پڑھانے آ جاتا رہا ہوں۔ لیکن کچھ دنوں سے مجھے نزلہ کی شکایت ہے جس کا گلے پر بھی اثر ہے اور جیسا کہ میری آواز سے ظاہر ہے میں اچھی طرح بول نہیں سکتا۔ لیکن چونکہ آج تکلیف میں افاقہ ہے اس لئے میں نے خیال کیا کہ جمعہ خود ہی پڑھا آؤں۔

ہماری جماعت ایک مذہبی جماعت ہے اور ہمارے تمام کاموں کی بنیاد مذہب اور روحانیت پر ہے۔ میں کچھ عرصہ سے جماعت کے دوستوں کو اس امر کی طرف توجہ دلا رہا ہوں کہ وہ اس جماعت کی غرض وغایت کو سمجھیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ہر شخص سو فیصدی مکمل ہو جائے۔ سو فیصدی مکمل تو صحابہؓ کی جماعت بھی نہیں تھی۔ آخر انسانوں میں تفاوت ہوتا ہی ہے۔ کوئی انسان بڑا ہوتا ہے اور کوئی چھوٹا۔ کچھ لوگ آگے نکل جاتے ہیں اور کچھ دوڑنے کی کوشش تو کرتے ہیں لیکن اُنہیں آگے نکلنے کی توفیق نہیں ملتی۔ پھر کئی لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو دوڑ بھی نہیں سکتے۔ وہ جلدی جلدی چلتے ہیں۔ اور پھر کئی لوگ ایسے ہوتے ہیں جو چل بھی نہیں سکتے لیکن ان میں حرکت کرنے کی خواہش ہوتی ہے اس لئے وہ گھسٹتے ہیں۔ لیکن بہر حال سب کے اندر کچھ نہ کچھ حرکت

ضرور ہوتی ہے۔ ارادہ رکھنے والے لوگ بے حرکت نہیں ہوتے۔
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں قیامت کے دن لوگ پُل صراط کے اوپر سے جو بال سے بھی زیادہ باریک اور تلوار کی دھار سے بھی زیادہ تیز ہوگی گزریں گے۔ کچھ لوگ تو ایسے ہوں گے کہ وہ پُل صراط پر سے بجلی کی طرح گزر جائیں گے۔ کچھ ہوا کی تیزی کی طرح اس پر سے گزر جائیں گے۔ کچھ گھوڑے کی طرح دوڑتے ہوئے اس پر سے گزر جائیں گے۔ کچھ لوگ تیزی سے چلتے ہوئے اس پر سے گزر جائیں گے۔ کچھ ایسے لوگ ہوں گے جو گھسٹتے ہوئے اس پر سے گزر جائیں گے 1۔ درحقیقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں مومن کی کوششوں کا نقشہ کھینچا ہے۔ بعض لوگ اس بے وقوفی کی امید میں ہیں کہ قیامت کے دن خدا تعالیٰ ایک لمبی تلوار لے کر ایک پُل بنائے گا۔ اُس تلوار کی دھار پر سے کوئی گھوڑے کی طرح دوڑتا ہوا نکل جائے گا، کوئی آدمی کے تیز دوڑنے کی طرح دوڑتا ہوا نکل جائے گا، کوئی آدمی کے چلنے کی طرح چل کر اس پر سے گزر جائے گا اور کوئی سرینوں کے بل گِھسٹتا ہوا اُس پر سے گزر جائے گا۔ مگر کیا تلوار کی دھار جیسے تیز پُل پر سے گزرنا ممکن بھی ہے؟ کیا بال سے باریک پُل پر سے گزرنا انسان کی طاقت میں ہے؟ ذرا ایک بال پر گھٹنے رکھ کر دیکھو تم اسے کتنا بھی مضبوط تصور کرلو۔ کیا تم اُس پر ایک کے بعد دوسرا گھٹنہ رکھ سکتے ہو۔ نٹ 2 رسّے باندھ کر اُن پر ناچا کرتے ہیں۔ لیکن نٹ بھی رسّوں پر ناچتے ہیں بال پر یا تلوار کی دھار پر نہیں۔ پھر بجلی کی طرح چلنا تو انسان کی طاقت میں نہیں۔ ہوا کی طرح اڑنا انسان کی طاقت میں نہیں۔ بے شک احادیث سے پتا لگتا ہے کہ قیامت کے دن بعض لوگ پُل صراط پر سے بجلی کی طرح تیزی سے گزریں گے۔ اور گزشتہ انبیاءؑ کی روایات سے بھی پُل صراط پر سے تیز دوڑ کر گزرنے کا پتا لگتا ہے۔ لیکن یہ سب تمثیلی زبان ہے۔ اور پھر سوال یہ ہے کہ ہم اگلے جہان میں وہ گڑھا کہاں پائیں گے جس کے ایک سِرے سے دوسرے سِرے تک ہمیں پُل سے گزر کر جانا ہوگا۔ وہ پُل کن دو سِروں کو ملاتا ہوگا؟ اِس دنیا اور اگلی دنیا کا تو آپس میں کوئی تعلق نہیں۔ یہ دنیا جسمانی ہے اور اگلی دنیا روحانی۔ اس لئے اِس دنیا سے اگلی دنیا میں جانے کے لئے کسی پُل کی ضرورت ہی نہیں۔ عزرائیل جان نکالتا ہے اور انسان اگلے جہان میں چلا جاتا ہے۔ لاکھوں انسان ہر روز اگلے جہان میں جاتے ہیں۔ ان کے جانے کے لئے کسی پُل کی ضرورت نہیں۔ وہ پُل جو بال سے

زیادہ باریک ہوگا ہمیں تو نظر نہیں آتا۔ وہ پُل جو تلوار کی دھار سے زیادہ تیز ہوگا ہمیں دکھائی نہیں دیتا۔ وہ پُل جس پر سے لاکھوں روحیں روزانہ جاتی ہیں کسی نے نہیں دیکھا۔ پھر یہ پُل کس لئے ہے؟ اگر یہ پُل انسانوں کے گزرنے کے لئے ہے تو لاکھوں روحیں روزانہ اگلے جہان جاتی ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ان کے جانے کے لئے کسی پُل کی ضرورت نہیں ہوتی۔ عزرائیل آتا اور جان نکالتا ہے۔ روح اگلے جہان کو پرواز کر جاتی ہے اور جسم اِس مادی دنیا میں رہ جاتا ہے۔ ان لاکھوں روحوں کے لئے جو اِس جہان سے دوسرے جہان میں جاتی ہیں کسی پُل کی ضرورت نہیں۔ پھر انسان کے لئے اگلے جہان میں کسی پُل کی کیا ضرورت ہوگی۔

دراصل یہ تمثیلی زبان ہے۔ نادانوں نے اسے حقیقت سمجھ کر مادیات کی طرف لے جانے کی کوشش کی ہے۔ حالانکہ اگر اسے مادیات کی طرف لے جایا جائے تو یہ بات ہنسی کے قابل بن جاتی ہے۔ درحقیقت یہ پُل صراط وہ فاصلہ ہے جو مادیت اور روحانیت کے درمیان ہے۔ پُل صراط وہ فاصلہ نہیں جو اِس دنیا اور دوسری دنیا کے درمیان ہے کیونکہ لاکھوں روحیں روزانہ بغیر کسی پُل کے جارہی ہیں۔ لیکن یہ چیز کہ انسان مادی دنیا سے روحانی دنیا کی طرف کس طرح جاتا ہے اس کے سمجھانے کے لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمثیلی زبان اختیار کی اور فرمایا کہ مادیت سے روحانیت کی طرف انسان ایک پُل کے ذریعہ جاتا ہے جو بال سے زیادہ باریک اور تلوار کی دھار سے زیادہ تیز ہے۔ جس طرح اُس پُل پر جو بال سے زیادہ باریک اور تلوار کی دھار سے زیادہ تیز ہو چلنا مشکل ہوتا ہے اِسی طرح مادیت کو روحانیت سے بدلنا مشکل ہوتا ہے۔ لیکن باوجود اس کے کہ مادیت کو روحانیت سے بدلنا نہایت مشکل ہے۔ بعض لوگ جو اولوالعزم ہوتے ہیں وہ مادیت اور روحانیت کے درمیانی فاصلہ کو بجلی کی طرح طے کر جاتے ہیں۔ بعض لوگ جن میں عزم تو ہوتا ہے لیکن وہ زیادہ پختہ نہیں ہوتا وہ اسے ہوا کی طرح تیز اڑا کر طے کر جاتے ہیں۔ کچھ لوگ پختہ ارادہ رکھتے ہیں لیکن اُن میں عزم نہیں ہوتا وہ گھوڑوں کی طرح تیز دوڑتے ہوئے اسے پار کر جاتے ہیں۔ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کے ارادے زیادہ پختہ اور اعلیٰ نہیں ہوتے وہ انسانوں کی طرح دوڑتے ہوئے اس فاصلہ کو طے کر جاتے ہیں۔ کچھ لوگ کمزور ارادہ کے ہوتے ہیں وہ چلتے ہوئے اس فاصلہ کو طے کرتے ہیں۔ کچھ لوگ بہت کمزور ارادہ کے ہوتے ہیں وہ گھِسٹ کر اس فاصلہ کو طے کرتے ہیں۔ ان کی ایک نماز اور دوسری نماز

میں بعض دفعہ سالوں میں جا کر فرق پڑتا ہے۔ جیسی نماز انہوں نے آج پڑھی ہے بجائے اس کے کہ اس سے اچھی نماز پڑھنے کی توفیق انہیں دوسری نماز میں مل جائے یا دوسرے دن مل جائے بعض دفعہ سال سال بعد ملتی ہے یا کئی سالوں کے بعد ملتی ہے۔ جس طرح گھسٹ کر چلنے والے کی کوئی رفتار نہیں ہوتی ان کی بھی کوئی رفتار نہیں ہوتی۔ جتنے اخلاص کے ساتھ انہوں نے اس سال روزے رکھے ہیں اس سے زیادہ اخلاص کے ساتھ روزے رکھنے کی توفیق انہیں اگلے سال نہیں ملتی بلکہ کئی سال گزرنے کے بعد ملتی ہے۔ گویا اُن کے اعمال میں اتنا تھوڑا فرق ہوتا ہے جتنا گھسٹ کر چلنے والے کی رفتار میں ہوتا ہے۔ جو بچہ گھٹنوں کے بل چلتا ہے وہ ایک عرصہ تک ہماری آنکھ کے سامنے رہتا ہے لیکن جو شخص گھوڑے پر سوار ہوتا ہے وہ بہت جلد ہماری آنکھوں کے سامنے سے گزر جاتا ہے۔ پھر بجلی کا تو پتا نہیں لگتا۔ پس ایک اعلیٰ درجہ کا مومن تو اپنے ایمان میں اتنی جلدی ترقی کرتا ہے کہ دوسرے کو پتا بھی نہیں لگتا۔ ایک دن وہ کوشش شروع کرتا ہے۔ دوسرے دن وہ صالحین میں شامل ہو جاتا ہے۔ تیسرے دن وہ شہید بن جاتا ہے۔ چوتھے دن وہ صدیق بن جاتا ہے اور اگر اسے نبوت کے درجہ پر فائز ہونا ہے تو پانچویں دن وہ نبوت کا درجہ حاصل کر لیتا ہے اور وہ بجلی کی سی تیزی سے آگے نکل جاتا ہے۔ یہی پُل صراط ہے جس کا حدیثوں میں ذکر آتا ہے اور اس کی ساری حکمت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حرکت میں بتائی ہے۔

روحانی مدارج کے فرق کو آپؐ نے حرکت کے ذریعہ واضح کیا ہے اور آپ نے بتایا ہے کہ کوئی شخص سرین کے بل گھسٹ رہا ہوتا ہے۔ کوئی شخص چارپایوں کی طرح چار پاؤں پر چل رہا ہوتا ہے۔ کوئی انسان کی طرح دوڑ رہا ہوتا ہے اور کوئی بجلی کی طرح دوڑ رہا ہوتا ہے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ یہ سب لوگ حرکت کر رہے ہوتے ہیں۔ لیکن بعض بدبخت ایسے ہوتے ہیں جو چل نہیں رہے ہوتے جنہیں یہ احساس بھی نہیں ہوتا کہ خدا تعالیٰ نے انہیں چلنے کے لئے پیدا کیا ہے۔ نمازیں پڑھنے کا اگر خدا تعالیٰ نے انہیں حکم دیا ہے تو وہ کبھی غور نہیں کرتے کہ یہ حکم انہیں کیوں دیا گیا ہے۔ عرش پر بیٹھے ہوئے ساری حکمتوں کے مالک خدا کو کیا ہوا کہ اس نے انسان کو یہ حکم دیا کہ وہ کھڑا ہو کر رکوع میں جائے پھر سجدہ میں جائے پھر اٹھے۔ اسے کیا شوق آیا تھا کہ اس نے انسان کو یہ حکم دے دیا کہ وہ ایک سال کے بعد پورا ایک مہینہ رات کو اٹھے کھانا کھائے۔ دن کے وقت نہ وہ کھانا کھائے اور نہ پانی پیئے اور غروب آفتاب کے بعد وہ روزہ افطار کرے۔ اسے

اس کھیل کی کیا ضرورت تھی؟ اور اگر اللہ تعالیٰ کے ان احکام میں کوئی حکمت ہے تو انسان کو سوچنا چاہیئے کہ میں اُسے پورا کر رہا ہوں؟ کیا اس کے لئے میں نے تھوڑی بہت کوشش کی ہے؟ اگر وہ اس حکمت کو پورا کرنے کی کوشش کر رہا ہے تو اُس کی نماز، اُس کا روزہ، اُس کی زکوٰۃ، اُس کا چندہ اور اُس کا صدقہ درست ہو جاتے ہیں۔ اگر اسے یہ احساس ہے کہ اسے کوشش کرنی چاہیے تو بہرحال وہ کسی نہ کسی گروہ میں شامل ہو جائے گا۔ وہ پُل صراط میں سے ضرور گزر جائے گا چاہے وہ سرین کے بل گھسٹ رہا ہو چاہے وہ پیدل چل رہا ہو۔ وہ گھوڑے کی طرح دوڑ رہا ہو چاہے وہ ہوا کی طرح اڑ رہا ہو اور چاہے وہ بجلی کی سی تیزی کے ساتھ جا رہا ہو۔ ہر شخص یہ سمجھے گا کہ وہ چل رہا ہے۔ اگر وہ اگلے منٹ میں نہیں پہنچتا تو ایک گھنٹہ تک پہنچ جائے گا۔ اگر وہ ایک گھنٹہ تک نہیں پہنچ سکتا تو وہ اگلے دن وہاں پہنچ جائے گا۔ اگر وہ اگلے دن نہیں پہنچتا تو وہ اگلے سال پہنچ جائے گا۔ اگر وہ ایک سال کے بعد بھی نہیں پہنچتا تو وہ دس سال بیس سال کے بعد پہنچ جائے گا۔ اگر کوئی شخص سرین کے بل بھی چلنا شروع کر دے تو چاہے وہ پچاس سال کے بعد اپنی منزلِ مقصود پر پہنچے وہ پہنچ جائے گا لیکن جو شخص کھڑا ہے وہ بیس صدیوں میں بھی اپنی منزل تک نہیں پہنچ سکے گا۔ جس شخص کے اندر احساس نہیں، آرزو نہیں، اُمنگ نہیں، خواہش نہیں اس نے چلنا کیا ہے۔ وہ بدبخت جیسے ماں کے پیٹ سے نکلا ویسے ہی یہاں سے چلا جائے گا۔ نہ ماں کے پیٹ سے نکلنے نے اُس کے اندر کوئی تغیر پیدا کیا اور نہ قبر کے اندر جانے نے اُس کے اندر کوئی تغیر پیدا کیا۔ اِن معنوں میں نہیں کہ وہ ماں کے پیٹ سے گناہوں سے پاکیزہ نکلا بلکہ اِن معنوں میں کہ جس طرح وہ گند میں لت پَت ماں کے پیٹ سے نکلا اُسی طرح وہ اِس جہان سے گند میں لت پَت چلا گیا۔

پس مومن کو اپنی پیدائش کے مقصد پر غور کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ قرآن کریم میں کثرت سے اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو کس لئے پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے کسی چیز کو عبث پیدا نہیں کیا3۔ لیکن کتنے ہیں جنہوں نے اس بات کی عادت ڈال رکھی ہے کہ وہ روزانہ دو چار منٹ کے لئے ہی اس بات پر غور کر لیں کہ خدا تعالیٰ نے انسان کو کیوں پیدا کیا ہے۔ اتنے بڑے خدا کو اس کھیل کی کیا ضرورت پڑی تھی۔ جو صفات خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان کی ہیں اُن پر غور کرو پھر اپنی طرف دیکھو۔ کیا خدا تعالیٰ (نَعُوْذُ بِاللّٰہِ) بے عقل تھا کہ اُس نے تمہیں پیدا کر دیا اور پھر اُسے یہ کھیل کھیلنے میں کیا لطف آیا؟ وہ سب

سے زیادہ عالم ہے، وہ سننے والا ہے، وہ جاننے والا ہے، وہ مُحِیۡطٌ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ ہے۔ اس کی نظر اربوں ارب ذرّات جو دنیا میں ہیں اُن کے اربویں حصہ تک بلکہ اس سے آگے اربویں حصہ پھر اس کے اربویں حصہ تک ایک سیکنڈ میں بلکہ اس کے اربویں حصہ میں بِلا تعیین پہنچ جاتی ہے۔ ہر چیز اس کے کُنۡ کہنے سے بن جاتی ہے۔

ربوہ میں صرف 2300 مکانات بننے ہیں لیکن تین سالوں میں ہم سے یہ 2300 مکانات نہیں بن سکے۔ پھر ربوہ ضلع جھنگ کے مقابلہ میں کتنا چھوٹا ہے۔ ضلع جھنگ مغربی پنجاب کے مقابلہ میں کتنا چھوٹا ہے۔ مغربی پنجاب مغربی پاکستان کے مقابلہ میں کتنا چھوٹا ہے۔ مغربی پاکستان، پاکستان کے مقابلہ میں کتنا چھوٹا ہے۔ پاکستان ہندوستان کے مقابلہ میں کتنا چھوٹا ہے۔ ہندوستان ایشیا کے مقابلہ میں کتنا چھوٹا ہے۔ ایشیا دنیا کے مقابلہ میں کتنا چھوٹا ہے۔ پھر یہ دنیا عالمِ شمسی کے مقابلہ میں کتنی چھوٹی ہے۔ یہ زمین عالمِ شمسی کے مقابلہ میں بالکل ایسی ہے جیسے کہ ایک بڑے باغ میں کوئی مالٹا رکھا ہو۔ مثلاً شالا مار باغ میں کوئی مالٹا یا بیر پڑا ہو تو اُس بیر یا مالٹے کی جو حیثیت شالامار کے مقابلہ میں ہے اس زمین کی عالَمِ شمسی کے سامنے اتنی حیثیت بھی نہیں۔ پھر عالَمِ شمسی یعنی سورج کے ساتھ جو سیارے وغیرہ ہیں ان کی حیثیت قطب ستارے کے نظام کے مقابلہ میں اتنی بھی نہیں جتنی ایک بیر کی حیثیت باغ کے مقابلہ میں یا ایک مکھی کی حیثیت شہر کے مقابلہ میں ہوتی ہے۔ پھر قطب ستارے کے ساتھ جو دنیا ہے اس کی حیثیت معلوم دنیا کے مقابلہ میں (جو معلوم نہیں اس کا تو ذکر ہی کیا) اتنی بھی نہیں جتنی ایک مکھی کی شہر کے مقابلہ میں۔ اگر تم اس کا اندازہ لگانا شروع کرو کہ عَالَمِ خلق کے مقابلہ میں مکھی کی کیا حیثیت ہے پھر اس عَالَمِ خلق کے مقابلہ میں انسان جو ایک خوردبینی ذرّے کی حیثیت رکھتا ہے بلکہ وہ اس کے مقابلہ میں اس خوردبینی ذرّے کے اربویں حصہ تو کیا اس کے اربویں حصہ کے اربویں حصہ کی حیثیت رکھتا ہے اس کی اس دنیا میں کیا حیثیت ہے۔ جتنا نظامِ عَالَم نظر آتا ہے اس کے مقابلہ میں ایک ذرّہ کو رکھو۔ اس ذرّہ کی اس عالَم کے مقابلہ میں جو حیثیت ہے انسان کی ساری کائنات کے مقابلہ میں اس سے بھی کم حیثیت ہے۔ اس انسان کو پیدا کرنے کا خیال خدا تعالیٰ کو کیوں آیا؟ وہ انسان جو کہتا ہے کہ مُکّہ ماروں تو تمہارے دانت نکال دوں فرشتوں کے نزدیک اس کی حیثیت ایک چیونٹی کے بچے کی طرح ہے۔ جس طرح چیونٹی (اگر اسے زبان مل جائے) کہے کہ میں لات مار کر

امریکہ کو اُڑا دوں تو تمہیں کتنی ہنسی آئے گی۔ اِسی طرح جب انسان کہتا ہے کہ میں مُکّہ مار کر تمہارے دانت نکال دوں گا تو فرشتوں کے نزدیک اس کی حیثیت چیونٹی کے ایک پنجے کی سی بلکہ اس سے بھی کم ہوتی ہے۔ گویا عالَمِ مخلوق کے مقابلہ میں انسان کی کچھ بھی حیثیت نہیں۔ صرف یہ ہے کہ اُسے جوش دلا دو تو اس کا دماغ کہیں سے کہیں پہنچ جاتا ہے۔ اس جنون کی حالت کو الگ کر دو تو وہ ہے ہی کیا چیز۔ جو بڑے لوگ ہیں اُن کو نکال دو تو باقی دنیا میں ہے ہی کیا۔ ایک وقت میں ایک دو ہزار آدمی ایسے ہوتے ہیں جو کچھ کر رہے ہوتے ہیں۔ باقی لوگ تو ایسے ہوتے ہیں جیسے گاڑی میں کیل لگا ہوا ہو یا تیل کا قطرہ جو اس کی چُولوں میں دیا ہوا ہو۔ اِس دنیا کو چلانے والے ایک یا دو ہزار آدمی ہوتے ہیں۔ یہ ایک دو ہزار آدمی بھی باقی نظامِ عالم کے مقابلہ میں کیا حیثیت رکھتا ہے۔ وہی سٹالن جو کہتا ہے میں یوں کر دوں گا تو ساری دنیا میں شور مچ جاتا ہے وہی ٹرومَین جو کہتا ہے میں روس کو یوں کر دوں گا اور سارے روس میں کھلبلی مچ جاتی ہے ان کے جسم میں ایک باریک خوردبینی کیڑا دق، سِل یا ہیضہ کا چلا جاتا ہے تو وہ تڑپنے لگ جاتے ہیں اور ایک معمولی ڈاکٹر کے سامنے چِلّاتے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب! خدا کے لئے میرا علاج کریں، مجھے سخت تکلیف ہے۔ یا تو وہ اپنے سامنے کسی دوسرے کو سمجھتے ہی کچھ نہیں اور یا وہ دو چار سو روپیہ پانے والے ایک ڈاکٹر کے سامنے تڑپ رہے ہوتے ہیں۔ وہ ڈاکٹر جس کے دل میں ان کی تندرستی کے دنوں میں اگر انہیں ملنے کی خواہش ہو تو وہ انہیں مل بھی نہ سکے وہ بیماری میں اس کے آگے سربسجود ہوتے ہیں۔ پس انسان کو سوچنا چاہیے کہ آخر اُس کی پیدائش کی کیا غرض ہے؟ اس کی پیدائش کی کوئی غرض تو ہوگی۔

قرآن کریم کہتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے کوئی چیز بے فائدہ اور عبث پیدا نہیں کی۔ میں یہ تو مانتا ہوں کہ ہر کام ہر انسان نہیں کرسکتا۔ مگر تم مجھے یہ یقین دلانا چاہتے ہو کہ انسان کوئی کام بھی نہیں کرسکتا۔ جس طرح یہ غلط ہے کہ ہر کام ہر انسان کرسکتا ہے اُسی طرح یہ بھی غلط ہے کہ کوئی انسان کوئی کام بھی نہیں کرسکتا۔ کم از کم وہ کچھوے اور جُوں کی طرح ہی چلے گا۔ کچھ نہ کچھ حرکت تو ہر انسان کرسکتا ہے۔ ایسا کوئی انسان نہیں جو کوئی حرکت بھی نہیں کرسکتا۔ اگر تم کچھ کر رہے ہو اور پھر تم سوچتے ہو کہ تمہاری پیدائش کی کیا غرض ہے۔ تو تمہاری رفتار تیز ہو جائے گی اور ممکن ہے کہ تم میدان کے شہسوار بن جاؤ۔ لیکن اگر تم اپنی پیدائش پر غور نہیں کرتے، اگر تمہیں پتا ہی نہیں کہ

تمہاری پیدائش کی کیا غرض ہے تو تمہاری ہستی بے غرض ہی دنیا میں آئے گی اور بے غرض ہی اس دنیا سے چلی جائے گی۔'' (الفضل 22/اکتوبر 1952ء)

1: کنز العمال فی سنن الاقوال، حرف القاف، کتاب القیامة الباب الاول ''الصراط'' حدیث نمبر 39036 جلد 14 صفحہ 386، مطبوعہ حلب 1975ء

2: نٹ: بازی گر۔ وہ لوگ جو ڈھول بجا کر اور رسّی پر چڑھ کر کرتب دکھاتے ہیں۔

3: وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا (ص:28)